RAHAT-UL-QULOOB

Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869

Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**

Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.

Website: www.rahatulquloob.com

Approved by Higher Education Commission Pakistan

Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

میت کی متروکہ جائیداد کی شرعی تقسیم سے محروم المیراث افراد کی محرومیت کی اسباب پر فقہاء کی آراء کا تجزیاتی جائزہ

An Analytical Review of the Opinions of the Jurists on the Reasons for the Deprivation of the Legacy of the Deceased

AUTHORS

1. Dr. Hafiz Muhammad Khan, Associate Professor, Department of Islamic Studies, Mohi ud Din Islamic University, Nerian Sharif, AJ&K.
   Email: mrkhandrkhan5@gmail.com
2. Raja Ishtiaq Ahmad, Head Department of Law, Mohi ud Din Islamic University, Nerian Sharif, AJ&K

How to Cite: Dr. Hafiz Muhammad Khan, and Raja Ishtiaq Ahmad. 2022. "URDU: میت کی متروکہ جائیداد کی شرعی تقسیم سے محروم المیراث افراد کی محرومیت کی اسباب پر فقہاء کی آراء کا تجزیاتی جائزہ: An Analytical Review of the Opinions of the Jurists on the Reasons for the Deprivation of the Legacy of the Deceased". *Rahat-Ul-Quloob* 6 (1), 137-55. https://doi.org/10.51411/rahat.6.1.2022/361.

URL: http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/361

Vol. 6, No.1 || Jan–Jun 2022 || URDU-Page. 137-155

Published online: 01-01-2022

QR. Code

میت کی متروکہ جائیداد کی شرعی تقسیم سے محروم المیراث افراد کی محرومیت کی اسباب پر فقہاء کی آراء کا تجزیاتی جائزہ

An Analytical Review of the Opinions of the Jurists on the Reasons for the Deprivation of the Legacy of the Deceased

[1]حافظ محمد خان، [2]راجہ اشتیاق احمد

ABSTRACT

Islam is the perfect religion from every aspect for all the time, which provides guidelines for all situation of human life. The inheritance system is revealed in holy book of Quran. One cannot easily observe the system of the distribution of property unless he has some knowledge of Islamic Law. This Article is highlighted on important topic of Inheritance which is focus on prohibited distribution of bequest among the unauthorized persons. They are six in numbers. 1. Murderer 2. Slaves, 3 a apostate for non-believer, 5 bustard, 6 ambiguity between successors and heritance, 7 different about living in Islamic and non-Islamic States. This research is also helps to know the deprived members of the Family who do not have the right to get their shares. Being successor if they fall in the list of deprivation in Islamic Law.

Keywords: Inheritance System, prohibited distribution, deprived persons, Islamic Law.

قوانین اسلام کا ایک اہم موضوع وراثت ہے۔ اس میں متوفی کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد وارثوں میں بانٹ دی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی جائیداد ان کی وفات کے بعد وفات یافتہ افراد کے مال کو ان کے ورثاء میں بانٹ دیا جاتا ہے اور کچھ افراد اس جائیداد کی تقسیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ انہیں محروم الارث کہتے ہیں[1]۔

ترکہ کی تقسیم کے اصول:

ترکہ تقسیم کرنے سے قبل مندرجہ ذیل ادئیگیاں مشترکہ مال سے ادا کی جاہیں۔

تجہیز و تکفین کے اخراجات:

جب کوئی شخص وفات پا جاتا ہے۔ تو اس شخص کے مال متروکہ سے کفن دفن کے اخراجات کو نکال لیا جاتا ہے۔

متوفیٰ کے قرضہ جات کی ادائیگی:

جب شخص فوت ہو جاتا ہے تو قرض و خواہ کہ اس کا قرض مشترکہ ترکہ میں سے ادا کر دیا جائے۔ تجہیز و تکفین پر جو خرچ ہوا اس کے بعد اگر مرحوم و مغفور نے کسی سے کچھ قرضہ لے رکھا تھا تو وہ جتنے اشخاص قرض خواہ تھے، ان سب کا قرضہ باقاعدہ حساب کر کے باری باری ادا کرنا ہوگا۔

مہر مؤجل کی ادائیگی:

قرضہ کی ادائیگی کے بعد اس قرضہ میں بیوی کا مہر بھی شامل ہے، پاکستان میں عام طور پر دو مہر ملتے ہیں، لڑکی کے ولی مہر کی ایک رقم

مقرر کرتے ہیں، لیکن پھر اس کو دو قسطوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ بہت تھوڑی رقم بطور مہر معجل نقد پیش کرنے سے حساب بے باک ہو جاتا ہے جبکہ زیادہ تر مہر کی رقم بے باک کیے بغیر ہی لکھوانے کا رواج ہے کہ باقی رقم بعد میں کسی وقت ادا کر دیں گے، لیکن اس رقم کو نہ ادا کرتے ہیں اور نہ ہی ادا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، حتیٰ کہ بندہ وفات پا جاتا ہے۔ اب میت کے وارث عورت کو یہ رقم ادا نہیں کرتے حتیٰ کے ادا کرنے کا حکم ہے۔

وصیت:

میت نے اگر کسی کو یہ وصیت کی ہو کہ میری وفات کے بعد یا فلاں کو یا فلاں فلاں کو اتنی اتنی رقم، زمین یا مکان دے دینا۔ اب یہ وصیت بھی ورثاء ہی پوری کریں گے۔ یہاں شرعی مسئلہ یہ ہے، کہ اگر ترکہ کم ہو جائے اور وصیت زیادہ کی ہو تو اس خدشہ کے پیش نظر متوفی کی وصیت کی حد کل ترکہ کا تیسرا حصہ ہے۔ تیسرے حصے سے زیادہ وصیت کو پورا نہ کیا جائے گا۔ بلکہ تیسرا حصہ ہے وصیت پوری کرنے کے ساتھ بچے ہوے مال کو اس کے وارثوں میں ان کے حصوں کے مطابق دے دیا جائے گا۔ عام طور پر یا تو میت کے وارث شرعی تقسیم سے ناواقف ہوتے ہیں، یا وہ پورے ترکہ پر قابض ہونا چاہتے ہیں تو اِن تین کو مصارف کو چھوڑ کر پوری جائیداد لے لیتے ہیں۔

اس میں میت کے روزوں کا فدیہ:

اس کے بعد میت کے روزوں کا فدیہ نکالا جاتا ہے۔

میت کی نمازوں کا فدیہ:

اس کے بعد جو رقم بچتی ہے اس میں سے میت کی نمازوں کا فدیہ بھی منہا کر کے اس کی مجموعہ جائیداد کا حساب کیا جاتا ہے۔

وفات یافتہ شخص کی منت پوری کرنا:

ہاں میت کے واجبی نذر و نیاز کو مکمل کرنا بھی ضروری ہے یہ حساب کر کے سب نکال کہ فقراء یا جہاں اسلامی طریقہ سے جائز ہے۔ وہاں دے دیا جائے۔

نکاح فاسد کے دوران طلاق:

نکاح فاسد کے دوران طلاق یا وفات کی صورت میں وراثت تقسیم نہ ہو گی۔

ان سات مصارف کے بعد باقی کا ترکہ زندہ وارث شرعی طریقہ پر آپس میں تقسیم کر لیں۔ بوقت تقسیم میت کے ترکہ شریعت نے کچھ افراد کو اس جائیداد سے محروم کر رکھا ہے، یعنی اگر ان میں سے کوئی فرد ایسا ہو جو یہ جائیداد نہیں لے سکتا تو اسے جائیداد نہ دی جائے۔

مسلم اور غیر مسلم مورث اور وارث کے درمیان مذہب یعنی توحید و شرک کا اختلاف بھی مانع ارث ہے۔ البتہ غیر مسلم اختلاف ملت کفر کے باوجود ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ مسلمان باہم وارث ہوتے ہیں، لیکن کافر کسی مسلمان کی میراث نسبی یا سببی رشتہ سے نہیں لے سکتا[2]۔

اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، البتہ مسلمان کا کافر کی میراث پانے کے متعلق فی الجملہ اختلاف ہے۔ جمہور فقہاء صحابہ کے نزدیک ایک مسلمان غیر مسلم کا وارث نہیں ہوتا۔ یہ رائے احناف کے ساتھ شوافع کا اتفاق ہے۔ لیکن صحابہ میں حضرت معاذ بن جبل اور معاویہ بن ابی

سفیان اور تابعین سے حسن بصری، محمد بن حنفیہ، محمد بن علی بن الحسین اور مسروق تابعی کے نزدیک مسلمان غیر مسلم کا وارث ہو گا۔ جس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا ارشاد "الاسلام یعلوا ولا یعلی" ہے۔ چونکہ وراثت حاصل کرنا بھی ایک قسم کی برتری ہے اس لیے اسلام کفر پر غالب ہے جو مذکورہ سنت سے ثابت ہے۔

آئمہ اربعہ کا مسلک:

امام سرخسی کی تحریر المبسوط سے ثابت ہوتا ہے مذکورہ حضرات کے نزدیک استحقاق وراثت بھی ایک قسم کی ولایت ہے اور کافر کو مسلمان پر دسترس کا حق نہیں پہنچتا، البتہ مسلم کو غیر مسلم پر ولایت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے (ان مذکورہ حضرات کے نزدیک) مسلم غیر مسلم کا وارث ہو گا۔ علاوہ ازیں، ارث کا استحقاق کبھی عام سبب سے جنم لیتا ہے ہاں کبھی خاص وجوہات کی بناء پر بھی جنم لیتا ہے۔ چنانچہ سبب عام کے تعلق سے مسلم غیر مسلم کا وارث ہوتا ہے جیسا کہ ذمی (اسلامی حکومت کے غیر مسلم شہری) کا ترکہ اگر اس کا دارالاسلام میں کوئی وارث موجود نہ ہو تو سرکاری خزانے میں داخل کیا جاتا ہے جو مسلمانوں کا حق ہوتا ہے۔ اس طرح گویا مسلمان اس ذمی کے مال کے وارث ہو جاتے ہیں۔ لیکن سبب عام کے ذریعہ کوئی غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔ لہذا اس حیثیت سے بھی مطلب پورا ہو جاتا ہے لہذا سبب خاص وارث کا ذریعہ بنے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک مسلم بعض خاص حالات میں ارتداد کی راہ اختیار کرنے والے کا حصہ لیتا ہے مگر ارتداد کی وجہ سے کافر مسلم کا حصہ نہیں لے سکتا۔ اور مرتد چونکہ کافر ہوتا ہے اس لیے اسی پر دیگر کفار کو قیاس کرنا چاہیے۔ اس نظریہ کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث "الاسلام یزید ولا ینقص" پیش کی جاتی ہے یعنی اسلام (حقوق کی) زیادتی کا ذریعہ ہوتا ہے نہ کہ ان کی کمی کا۔ چنانچہ غیر مسلم اپنے غیر مسلم قرابت دار سے وراثت پانے کا پہلے سے مستحق تھا اب مسلمان ہونے کے بعد اس کو کسی طرح محروم قرار دیا جا سکے گا، کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ اسلام اس کے حق کی کمی کا سبب ہو جائے، اور یہ جائز نہیں ہو سکتا۔

لیکن جمہور فقہاء کا ثبوت یہ فرمان نبوی ﷺ ہے: "لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى "[3] نیز یہ حضرات قرآن سے استدلال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ"[4] پیش کرتے ہیں کہ کفار آپس میں بعض کے ولی ہیں۔ اس سے مسلم اور مشرک کے مابین قیام ولایت نافذ نہیں ہوتی۔ اب اگر اس ولایت سے مخصوص طور پر وراثت مراد ہو تو یہ واضح ہو جائے گا کہ دونوں فریق کے درمیان وراثت جاری نہ ہو گی اور ولایت سے ولایت عام مراد ہو تو یہ واضح ہے کہ وراثت ولایت عام کا ایک فرد خاص ہے اور وراثت اپنے مورث کا بحیثیت مالک ہونے اور قابض ہونے کے تصرفات میں قائم مقام ہوتا ہے، اب دین کے مختلف ہونے سے ایک کو دوسرے پر خلیفہ ہونے کی حیثیت سے کس طرح ولایت حاصل ہو گی؟ چنانچہ غور کیا جائے کہ جب ہجرت فرض تھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا"[5] یعنی جن لوگوں نے ایمان لا کر ہجرت نہ اختیار کی ہو ان پر تم کو کچھ بھی ولایت حاصل نہ ہو گی حتیٰ کہ مسلمان وطن چھوڑ دیں۔ اس حکم ربی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور کافروں میں باہم ولایت نہیں رہتی۔[6]

کیونکہ جب دارالکفر میں رہنے والے مسلم سے عدم ہجرت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے دارالاسلام میں رہنے والے مسلم کے مابین ولایت کو قطع فرما دیا تو ظاہر ہے کہ ایک مسلم اور کافر میں بطریق اولیٰ ولایت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ البتہ غیر مسلم خواہ کوئی ملت رکھتے ہوں، احناف

کے نزدیک، باہم وارث ہوں گے۔ ان اسباب کے ذریعہ جن کے ذریعہ مسلمان باہم وارث ہوتے ہیں، نیز ایسے اسباب کے ذریعہ بھی جو مسلمانوں کے یہاں وارثت کا ذریعہ نہیں مگر چند اسباب کی وجہ سے وراثت نہیں ملتی ان میں اگرچہ وراثت جاری ہو لیکن اسلام ان ذرائع کو وراثت کا ذریعہ قرار نہیں دیتا تو ان میں وراثت حاصل کرنے کا مستحق نہیں ہو گا۔ جیسے ایسا نکاح جس میں مسلمانوں کے درمیان کسی حال میں بھی جائز نہ ہونے کا امکان ہے۔ مثلاً محرمات نسبتی یا رضاعی سے نکاح۔ امام مزنی نے اپنی کتاب "المختصر" میں امام شافعی سے بھی اس کے موافق نقل کیا ہے لیکن بعض اصحاب شافعی سے مروی ہے کہ جب تک اعتمادی نوعیت میں متفق نہ ہوں گے اس وقت تک وارث نہ ہوں گے۔ یہ راہے مالکیہ میں سے ابو القاسم کی ہے۔[7]

فقہاء حنابلہ کے ہاں اگر مسلمانوں کا غیر مسلم وارث میراث تقسیم ہونے سے قبل اسلام لے آیا تو اس کا وارث ہو گا۔

مفہوم: وراثت سے محروم افراد کی فہرست:

وراثت کی رکاوٹ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ جائیداد سے ہٹا دیے جاتے ہیں وہ کس وجہ سے مستحق نہیں رہتے۔ اور جو شخص شرعی اسباب کی بناء پر وراثت سے محروم رہ جائے فقہ کی زبان میں اس کو ممنوع الارث یا محروم الرث کہتے ہیں[8]۔ اسکی تفصیل میں یوں ہے:

نکاح فاسد کے دوران عورت کو طلاق دینا یا خود وفات پانا۔

اختلاف مذہب

مسلمان متوفیٰ کا ایک وارث یا کئی وارث اگر شروع میں سے کافر رہ جائے کلمہ نہ پڑھے یا بعد میں اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ وراثت کا حقدار نہ ٹھہرے گا۔ کیونکہ شریعت میں مسلمان کا وارث کافر نہیں ہو سکتا۔[9]

قتل ناحق:

ایسا شخص جو کسی کی موت کا باعث بنے وہ اس کی جائیداد میں حصہ دار نہیں رہ سکتا۔ جیسے مثال کے طور پر ایک شخص کی وفات ہو گئی اس نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور دو بیٹے چھوڑے، متوفی کی جائیداد دو بیٹوں کو مل گئی لیکن بیوہ عورت کو والدہ ہونے کی وجہ سے اس کا حصہ ملا، اب ایک بیٹے نے ماں کا حصہ بعض وجوہات کی بناء پر اپنے ایک بیٹے کو دیدیا اور دوسرے کو محروم کر دیا۔ یوں جس بیٹے کو حصہ نہیں ملا تھا اس بیٹے نے اپنے بھائی کو جان سے مار ڈالا جس کو ماں نے اپنا حصہ دیا تھا، تاکہ اس بھائی کا اپنا حصہ اور ماں کا دیا ہوا حصہ یعنی دونوں حصے اس کو مل جاہیں، تو بھائی کے قاتل کو مقتول بھائی سے حصہ نہ ملے گا۔

یہ تو ایک مثال کے ذریعہ مسئلہ سمجھایا گیا۔ لیکن یہ عام قانون ہے جو بھی قاتل ہو گا۔ امام اعظم کے ہاں قتل عمد وہ ہے جس کا ارتکاب ارادہ قتل کے ساتھ اسلحہ یا اسی قسم کا ایسا ہتھیار استعمال کیا گیا جس سے بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ جیسے پتھر، لکڑی، لوہا وغیرہ اور قاتل ارادہ قتل رکھتا تھا،[10] صاحبین کے ہاں قتل عمد کسی بھی آلے سے ممکن ہے۔ جس سے موت واقع ہو جائے۔[11]

متذکرہ بالا چار امور کے علاوہ تبعاً حسبِ ذیل دو مور بھی موانع میراث کے ضمن میں آتے ہیں: ارتداد، اشتباہ وارث و مورث۔

عام طور سے فقہاء نے (الف) میں مذکورہ صرف چار موانع کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ (ب) میں مذکورہ دو امور کو بطور مانع میراث

نہیں کہا، کیونکہ ان دونوں میں شرط یا سبب کے غیر موجود ہونے کی بناء پر وراثت سے محرومی ہو جاتی ہے نہ کہ مانع اصلی موجود ہونے کی بناء پر۔[12]
چونکہ آخر الذکر امور بھی طبعاً مانع میراث ہیں اسی وجہ سے یہ تذکرہ اس باب میں موجود ہے۔ قدیم کتب فقہ میں موانع میراث میں سب سے پہلا مانع "غلامی" بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ عہد حاضر میں ادارہ غلامی کا کوئی وجود نہیں اس لیے دفعہ قانون میں اس سے صرف نظر کرتے ہوے اس کا اجمالا ذکر فٹ نوٹ میں کیا جارہا ہے۔[13]

(ب) وہ ناحق خون جس سے قصاص و کفارہ ضروری نہیں ہوتا۔

قتل غیر مستلزم کفارہ:

وہ مقتول جس کا قصاص یا بدلہ غیر ضروری ہے اس کی دو شکلیں بن جاہیں گی:

ارادے سے قتل کرنا۔ وہ قتل جو جان بوجھ کر کرنے سے ملتا جلتا ہو۔ جسے قتل مشابہ کہتے ہیں۔ قتل خطاء۔

قتل غیر مستلزم کفارہ:

وہ قتل جس سے قصاص یا کفارہ لازم نہیں ہوتا اس کی دو صورتیں ہیں: قتل قائم مقام خطاء، قتل بالسبب۔[14]

ارادے سے قتل کرنا:

ارادے سے قتل کرنا قتل عمد ہے یعنی قاتل نے اس نیت سے حملہ کیا کہ وہ مقتول کو مارڈالے نیز یہ کہ قتل ہتھیار سے سرزد ہوا ہے۔

احناف میں امام اعظم کی رائے:

امام اعظم کے ہاں قتل عمد وہ ہوگا جس کا ارتکاب ارادہ قتل کے ساتھ اسلحہ یا اس کے مانند کسی ایسی چیز سے کیا گیا ہو جو فارق اعضا ہے بدن ہو یعنی وہ چیز اعضاء کو ٹکڑے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو مثلا نوکدار پتھر، لکڑی یا اس کے مشابہ دوسری چیزیں، اس قسم کے اسلحہ کا اعتبار اس لیے ہوا کہ اس مارنے میں مارنے والے کا ارادہ شامل تھا۔[15]

صاحبین کا نقطہ نظر:

صاحبین کے نزدیک قتل کے لیے ہتھیار وغیرہ کی کوئی شرط نہیں بلکہ ایسی شے کا ہونا معتبر ہے جس کا اغلب نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ قتل عمد مظہر ہتھیار استعمال کرنے سے اور اسکے علاوہ دیگر کہی طریقوں سے بھی ہوتا ہے۔ جن کے نتیجے میں عادتہ موت واقع ہو جاتی ہے اسی لیے وہ ڈبونے، گلا گھونٹنے، کسی اونچی جگہ مثلا چھت وغیرہ سے گرانے اور اس قسم کے زہر کھلانے کو بھی قتل عمد قرار دیتے ہیں جو فورا قتل کرتا ہو اور مجرم جانتا ہو کہ وہ مہلک ہوگا[16]۔ امام طحاوی کا نقطہ نظر بھی صاحبین کے موافق ہے۔[17]

قتل عمد میں ارادہ کا دخل:

جہاں تک قتل عمد کے سلسلے میں ارادہ کا تعلق ہے اس کے لیے عام قصد کافی ہوگا، یہ ضروری نہیں کہ پہلے سے تصور اور صمیم (پختہ ارادہ) موجود ہو۔[18] قتل عمد میں قصاص واجب ہو جاتا ہے۔ سنت رسول سے ثابت ہے کہ "العمد قود" یعنی قتل عمد موجب قصاص ہے۔[19]

البتہ اس میں یہاں استثناء ہے کہ اگر والد نے اپنے لڑکے کو جان بوجھ کر مار ڈالا تو والد سے قصاص ساقط ہو گیا۔ لیکن باپ اس کی میراث سے محروم ہو گا، کیونکہ اس نے اپنے مورث کو ناحق قتل کیا۔

نتیجہ فکر:

مندرجہ بالا نقطہ ہائے نظر کی روشنی میں باسانی اس نتیجے تک پہنچا جا سکتا ہے کہ قتل عمد کی اہم ترین شرطیوں ہے کہ مارنے والے نے مارنے کا ارتکاب جان بوجھ کر کیا تھا اور اسکے مارنے میں کوئی شک نہ تھا۔ اپنے فعل کا براہ راست مرتکب ہوا ہو۔ اور کسی بھی سبب سے مقتول کا خون قاتل کے لیے حلال نہ ہو۔

قتل شبہ عمد:

حنفیہ کے نزدیک قتل شبہ عمد وہ قتل ہے جو مار ڈالنے کے قصد کے ے ساتھ صادر ہوا ہو لیکن کسی ایسے ہتھیار یا شئے سے نہ ہوا ہو جو مفرق اعضاہے بدن ہو۔ (یعنی بدن کے اجزاء کو چیرے، ٹکڑے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، مثلاً چھوٹی سی لکڑی)۔ قتل شبہ عمد کے متعلق ابو حنیفہ کا قول ہے کہ لوہے کے سوا باقی ذرائع مثلاً ڈنڈے، آگ یا ان کے مشابہ دوسری چیزوں سے جو قتل کیا جاتا ہے وہ قتل شبہ عمد ہے۔ ان کے نزدیک جو قتل ایسے آلات سے جو جسم نہ کاٹتے ہوں یا جسم میں نہ گھونپے جا سکتے ہوں، کیا جائے وہ قتل شبہ عمد ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ آلات ایسے ہوں جن سے بالعموم موت واقع ہو جاتی ہے۔ صاحبین کہتے ہیں کہ قتل شبہ عمد وہ ہوتا ہے جو ایسے ذرایع سے واقع ہوا ہو جن سے بالعموم قتل واقع نہ ہوتا ہو۔ بالفاظ دیگر صاحبین کے نزدیک جب کبھی ایسا ذریعہ قتل استعمال کیا گیا ہو جس سے بالعموم ہلاکت نہ ہوتی ہو تو اس سے قتل واقع ہو جانے کی صورت میں اسے قتل شبہ عمد کا جائے گا۔

امام شافعی فرماتے یں کہ قتل شبہ عمد وہ ہوتا ہے جس میں ضرب تو عمداً لگائی جائے مگر قتل خطاء واقع ہو جائے۔ یعنی جہاں قاتل مقتول کو بالا ارادہ مار پیٹ رہا ہو لیکن قاتل کا مقصد اسے مار ڈالنا نہ ہو اور مقتول کی موت اس کے قصد کے بغیر واقع ہو گئی ہو۔ چنانچہ امام شافعی کے نزدیک قتل عمد وہ ہو گا جس میں فعل اور نتیجہ فعل (قتل) دونوں کا ارادہ موجود ہو جب کہ قتل شبہ عمد میں ارادہ قتل مفقود ہوتا ہے۔ امام احمد ابن حنبل بھی امام شافعی سے متفق نظر آتے ہیں۔ شیعہ امامیہ کے ہاں قتل شبہ عمد کی کوئی قسم نہیں ہے۔ یہی صورت ظاہریہ کے نزدیک بھی ہے۔

جان کر کسی کو مار ڈالنا ایک ایسا فعل ہے کہ جس سے کفارہ لازم ہوتا ہے۔ صال لازم نہیں آتا۔ البتہ قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہو گا۔[20]

قتل خطاء:

قتل خطاء وہ قتل ہے جو ایک جائز کام کے دوران مار ڈالنے کے قصد کے بغیر بلا فعل یا ارادہ یا دونوں کی غلطی سے واقع ہوا ہو۔ جیسے شکاری، شکار کی طرف تیر پھینکے اور کسی آدمی کے جا لگے، اسے ہلاک کر دے یا ایک شخص کار میں سوار ہے اور کوئی شخص اس کار کے نیچے آکر ہلاک ہو جائے۔ قتل خطاء میں ملزم اقدام ایک چیز کا کرتا ہے لیکن اس سے فعل یا ارادے میں خطاء کر بیٹھتا ہے۔ ایسا کرنے سے جرم قتل سرزد ہوتا ہے۔ قتل خطاء میں بہر حال فعل (قتل کے علاوہ) کا ارادہ پایا جاتا ہے لیکن اگر ملزم کے دل میں کسی فعل کا ارادہ بھی نہ ہو اور قتل کسی فعل،

قصد وارادہ کے بغیر ہی واقع ہو جائے تو یہ فعل جار مجری خطاء یعنی قتل خطاء کی طرح یا اس کے قائم مقام کہلائے گا۔ پہلی صورت میں بطور مثال، شکار کے دوران گولی چل جانے سے بجائے شگار کے آدمی مر جائے جو جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا، اور دوسری صورت میں، مثال کے طور پر، ایک آدمی سورہا ہے، سونے میں کروٹ لے اور نیچے گر پڑے اور جو آدمی نیچے سورہا تھا اس کی موت واقع ہو جائے۔

امام شافعی کے نزدیک قتل خطاء وہ ہو گا جس میں دونوں کا ارادہ نہ ہو، نہ فعل کا اور نہ ان نتائج کا جو اس فعل سے مرتب ہوئے ہوں۔

امام ابن حزم کے نزدیک جو قتل اول معنی (قتل عمد) کے خلاف ہو وہ قتل خطا ہے۔ ایسا قتل جس میں مارنے کا ارادہ شامل نہ ہو وہ خطاء کا قتل ہے۔[21]

قتل خطا میں دو چیزیں لازم ہیں ایک کفارہ اور دوسری دیت اور قتل شبہ عمد کے مقابلے مین قاتل گناہ گار نہیں ہوتا۔ البتہ علاوہ امام مالک کے، دیگر آئمہ کے نزدیک مجرم مقتول کی میراث اور وصیت سے محروم ہو گا۔[22]

قتل قائم مقام خطا:

قتل قائم مقام خطا وہ قتل ہے جو قاتل کے ایسے فعل سے واقع ہو جو قتل کا ذریعہ نہ تھا۔ لیکن ذریعہ بن گیا، جیسے سونے والا کروکروٹ لے اور دوسروں پر گر کر اسے ہلاک کرڈالے، حکم میں دونوں قسم کے قتل براب ہیں۔[23]

قتل بالسبب:

قتل بالسبب وہ قتل کہلاتا ہے کہ قاتل مقتول کو بذات خود قتل نہ کرے۔ قتل خطا اور قتل بالسبب میں یہ فرق ہے کہ قتل خطا میں قتل براہ راست مجرم کے فعل کا نتیجہ ہوتا ہے، جب کہ قتل بالسبب میں قتل مجرم کے فراہم کردہ اسباب کی بناء پر واقع ہوتا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک قتل بالسبب قتل خطاء سے ممیز قسم کا ہے۔ جب کہ شافعیہ اور حنبلیہ قتل بالسبب کو بھی قتل خطا کی ایک صورت قرار دیتے ہیں۔

شیعہ فقہاء کے نزدیک قتل بالسبب کے چار درجات ہیں، ان کی وضاحت فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔[24]

ظاہر یہ قتل بالسبب کو قتل ہی پر قیاس کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ قتل بالسبب میں قاتل مقتول کو مباشر تا قتل نہیں کرتا یعنی خود فعل قتل میں شریک نہیں ہوتا مگر (اس کا فعل) بطور تجاوز سبب قتل بنتا ہے۔ یعنی قتل بذات خود اس سے سرزد نہیں ہوتا مگر جو فعل اس سے صادر ہوا ہے وہ قتل تک پہونچانے والا ہے۔ بالفاظ دیگر قتل خطا اور قتل بالسبب میں یہ فرق ہے کہ قتل خطا میں قتل براہ راست مجرم کے فعل کا نتیجہ ہوتا ہے جب کہ قتل بالسبب میں قتل مجرم کے فراہم کردہ اسباب کی بناء پر واقع ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کنواں کھدواتا راستہ میں پتھر رکھا، دوسرا شخص غلطی سے کنویں میں جا گرا اور ہلاک ہو گیا یا پتھر سے ٹھوکر کھا کر گرا اور مر گیا۔[25]

اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ گواہان کسی کے خلاف شہادت دیں کہ یہ شخص اس فعل کا مرتکب ہے۔ اور ان کی شہادت کی بنا پر اسے قاتل گردانا جائے، اگر نفاذ حکم کے بعد وہ گواہان اپنی شہادت سے رجوع کرلیں اور اقرار کریں کہ وہ اس شخص کو سزاءے موت دلوانے کے

لیے جان بوجھ کر غلط گواہی دی تھی یا مثلاً جج کو یہ معلوم ہو کہ ملزم بے گناہ ہے لیکن وہ اسے قصداً سزا دے اور بعد میں اعتراف کرے کہ اس نے جان بوجھ کر اسے سزا دی تھی۔[26]

حنفی فقہاء کے نزدیک قتل بالسبب میں قصاص یا کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ خاندان پر اور بصورت رجوع شہادت گواہان پر دیت واجب ہوتے ہے۔[27] مگر فقہاءِ ثلاثہ یعنی جمہور کے ہاں قتل بالسبب کے مرتکب پر بدلہ ضروری ہے۔ کیونکہ فقہاء ثلاثہ کے ہاں جو احکام قتل خطاء پر لاحق ہوتے ہیں وہی احکام اس سے متعلق ہوں گے۔[28]

موجودہ مصری قانون کے تحت مورث کو عمداً قتل کر دینا وراثت کا مانع ہوگا، خواہ قاتل فاعل اصلی ہو یا قاتل کا شریک ہو یا اس کی جھوٹی شہادت کے ذریعہ قتل عمل میں آیا ہو جب کہ قتل بغیر حق و بلا عذر شرعی ہو اور قاتل عاقل و بالغ ۱۰ سال کی عمر کا ہو۔ بالفاظ دیگر مورث کا قتل خواہ بطریقہ مباشرت ہو یا بطریقہ سببیت ہو، مانع ارث ہوگا۔ البتہ مصری قانون میں یہ صراحت کر دی گئی ہے کہ حسب ذیل صورتوں میں یہ قتل عمد مانع ارث نہ ہوگا:۔

پانچ صورتوں میں وراثت پانے سے قاتل محروم نہ ہوگا۔

1: جب کہ قاتل سنہ شمسی کے اعتبار سے دس سال کی عمر کو نہ پہنچا ہو۔

2: جب کہ اباحت کا کوئی سبب موجود ہو یا قانون تعزیرات کے تحت کسی (دوسری) سزا کا مستحق ہو۔

3: دفاع شرعی کے حق سے تجاوز نہ ہو۔

4: زوجہ زانیہ کو فوری طور پر قتل کیا ہو۔[29]

5: قصاص میں قتل یا کسی جرم کی حد میں قتل میراث سے محروم ہونے کا سبب نہ ہوگا۔[30]

احناف کے نزدیک قاتل جس نے ناحق قتل کیا ہو، مقتول کی کسی شئے کا وارث نہیں ہوتا، خواہ اس کا قتل عمداً ہو یا خطاءً، یہی الفاظ قتل کی تینوں اقسام میں احناف کے ہاں قصاص یا کفارہ کا سبب بنتے ہیں۔ قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ میراث سے محروم قرار دیتے ہیں، بلکہ قاتل خواہ کسی طرح قت مورث میں شریک ہو، مقتول کے ترکہ سے محروم ہو جاتا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک قصاص لینے والا، امام و قاضی (جس نے قتل کا حکم دیا ہو) اور جلاد و شاہد وغیرہ تمام اشخاص مقتول کے ترکہ کی حد تک محروم الارث ہیں اور انہیں مقتول کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملے گا۔[31]

حنبلی مکتب فکر:

حنبلی مکتب فکر کے نزدیک ہر وہ قتل میراث سے محروم الارث ہوتا ہے جس کی وجہ سے قاتل کسی سزا کا حقدار ہو چاہے وہ قصاص ہو یا دیت ہو یا کفارہ ہو۔ چنانچہ ان کے نزدیک قتل کی تمام مذکورہ بالا صورتوں میں قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہو جائے گا۔ البتہ وہ قتل جس کے بعد کسی قسم کا ضمان (تاوان) عائد نہ ہوتا ہو میراث سے محرومی کا سبب نہ ہوگا جیسے قصاص میں قتل یا کسی جرم کی حد میں قتل وغیرہ۔

فقہاء کے اقوال کی بنیاد:

فقہاء کے اقوال کی بنیاد رسول اللہ کی حدیث ہے "قتل کرنے والا وراثت کا حقدار نہیں"[32] پر ہے۔ دوسری حدیث ابن عباس سے روایت ہے کہ قاتل مقتول کا وارث نہ ہو گا، اگرچہ قتل کرنے والے کے علاوہ مقتول کا کوئی زندہ وارث نہ ہو، اگرچہ قاتل بیٹا ہو یا باپ[33]

مندرجہ بالا حدیث کا تجزیہ:

امام ترمذی نے "القاتل لا یرث" والی حدیث کو روایت کرتے ہوے باعتبار اسناد اس میں اعتراض لگایا ہے لیکن اس اعتراض میں یہ بھی کہا ہے کہ قاتل وارث نہیں ہو سکتا خواہ قتل کی کوئی بھی قسم ہو۔

ابن ماجہ نے اپنی کتاب میں اسی حدیث کو لیا ہے، جس کی ابتداء میں ایک راوی محمد بن ربیع ان کی اپنی سند کا جدید ہے باقی تمام وہی راوی ہیں جو ترمذی کی روایت کے ہیں، البتہ ابن ماجہ نے اس باب میں حضرت قتادہ نے اسی بات کو حضرت عمر سے منسوب کیا ہے کہ ابو قتادہ جو بنی مدلج کے ایک قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے اپنے بیٹے کو مارا تھا، حضرت عمر نے ابو قتادہ سے ایک سو اونٹ دیت میں لیے جو دیت کے لیے شرعاً مقرر ہیں پھر وہ اونٹ مقتول کے بھائی کو دیتے ہوے حضرت عمر نے اس حدیث کی تصدیق کی تھی، "قاتل کے لیے میراث نہیں"[34]

علامہ محمد علی شوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ ابوداود نے ابن شعیب سے بواسطہ شعیب ان کے دادا سے بیان کیا ہے، نسائی نے نقل کرتے ہوے اپنی سند کو معلول،[35] قرار دیا ہے۔ نیز دار قطنی اور ابن عبد البر نے روایت کرتے ہوے اس سند کی تاہید کی ہے۔ اس حدیث کو امام شافعی، عبد الرزاق اور امام بیہقی نے بصورت انقطاع درج کیا ہے، البتہ امام بیہقی کی کتاب نے اس حوالے کو مرفوع بیان کیا ہے۔ نیز یہی مضمون دار قطنی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔ لیکن ہر دو سندوں میں کچھ نہ کچھ ضعف موجود ہے۔ اسی طرح طبرانی نے ابو کثیر اشجعی کے قصہ میں اور خطابی نے عدی الجذامی کا ایک ایسا ہی واقعہ نقل کیا ہے۔ ابوداءود نے جس سند کو مجروح لکھا ہے امام دمشقی کے ہاں وہ سند ثقہ ہے۔[36]

قرآن پاک کا استدلال:

قتل ناحق کے سلسلہ کتاب الٰہی میں خداوند کی سخت وعید نقل کی ہے۔ چنانچہ ربِ کریم نے سورہ نساء میں ارشاد فرمایا ہے کہ "کوئی ایماندار کسی ایماندار کو قتل نہ کرے ہاں بھول کر ایسا ہو سکتا ہے"، "اسی سلسلے میں مزید تشریح یوں ہے کہ جو کوئی کسی ایماندار کو نیت کر کے قتل کرے وہ دوزخ میں جائے گا اور لعنتی ہو گا اور ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہو گا"[37]

ان آیات اور فرمان نبوی سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ کی احادیث قرآن کے مطابق ہے۔ چنانچہ آنحضرت نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ قتل عمد کے مرتکب کے حق میں خداوندِ کریم نے جو کچھ نازل کیا اس میں سزا کا بیان ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک وارث کو مورث کے قتل کرنے پر وراثت سے دور کر دیا جاتا ہے۔ البتہ قتل خطاء میں فقہاء کے درمیان اختلاف موجود ہے۔ البتہ خون بہا (دیت) قاتل کے وارث ادا کریں گے اور اس میں وہ (قاتل) میراث پانے کا مستحق نہ ہو گا۔

چنانچہ شرح زرقانی کے حوالے سے یہ بات بیان ہوہی ہے کہ قاتل مقتول کے ذاتی مال کا وارث ہو گا لیکن اس کو دیت نہ ملے گی۔ اس کی تصدیق دار قطنی نے بھی کی ہے۔ اگرچہ اس کی سند میں ضعف ہے لیکن اہل مدینہ کے اتفاق (تعامل) نے اس حدیث کو قوت پہنچائی ہے۔ البتہ قاتل کا اس مقتول کے مال میں وارث ہونے کے سلسلے میں اس وجہ سے اختلاف ہوا ہے کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک اس مال کے

قبل از وقت حاصل کرنے کی کوشش کا اتہام اس کے ذمہ لازم نہیں آتا اور یہ اتہام ہی قتل عمد کی صورت میں اس کے وراثت سے محروم ہونے کی علت تھی، اور قتل خطاء کی صورت میں یہ علت (غیر موجود) پاہی گئی۔ اس سلسلے میں امام مالک نے کہا ہے کہ قتلِ خطاء میں قاتل مقتول کے ذاتی مال سے وارث ہو گا لیکن دیت کا مالک نہ ہو گا۔[38]

قتل کے سبب محرومی میراث کا اصول:

قاتل قتل کرنے کی وجہ سے میراث سے محروم رکھا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کو یہ سزا ملتی ہے[39]۔ اسی اصول کے تحت اگر موصی لہ موصی (وصیت کرنے والا) کو قتل کر دے تو وصیت باطل ہوتی ہے، کیونکہ جو آدمی شک شبہ سے فاہدا اٹھاتا ہے اور اس کو وراثت سے روکا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے مورث کو جلد میراث حاصل کرنے کے لیے عمداً یا بہ شبہ عمد یا خطاء قتل کر دے تو وہ اس مورث کو میراث سے روک دیا جاتا ہے۔

حناف کا جواب:

احناف اپنے اس نقطہ نظر کی تائید میں، کہ قتل عمد و خطاء دونوں صورتوں میں قاتل مورث کی میراث سے محروم ہو جائے گا، یہ استدلال پکڑتے ہیں کہ قتل ایک ایسا فعل ہے جس سے روکا گیا ہے اور قاتل کا مقتول کی میراث کے حق سے محروم ہونا دراصل اس قتل کی سزا ہے، جو ممنوع ہے، کیونکہ خاطی کے لیے بھی قتل ممنوع ہے۔ ممنوع کی ضد مباح ہے۔ غلطی سے قتل کرنے کے سبب سے وہ فعل قتل مباح نہیں ہو جاتا اور ایسا کرنے والا قتل مباح کا مرتکب منصور نہیں ہو سکتا اس لیے جرم قتل کا بدلہ دینا ہو گا، کیونکہ جس طرح غیر فعل میں فعل کا تصور نہیں ہو سکتا اسی طرح غیر مباح میں اباحت (جواز) کا کوئی حق نہیں۔

احناف کہتے ہیں کہ قتل خطاء بھی منع ہے اور اسی بناء پر اس کا کفارہ ادا کرنے لازم ہے جو گناہ کو ڈھانپ دیتا ہے۔ اگر یہ قتل شرعاً معاف ہو تا تو اس کا کفارہ بھی مقرر نہ ہونا چاہیے تھا۔ لہٰذا جب کفارہ کا حکم موجود ہے تو قاتل کو میراث سے محروم رکھنا بھی درست ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ دراصل غلطی سے قتل کرنے میں استعجال میراث کا الزام رہتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس نے قتل خطاء کے ذریعہ استعجال میراث ہی کا قصد کیا ہو اور غلطی کا اظہار (بہانہ) کر رہا ہو۔ لہٰذا یہ گمان میراث سے محروم کر دینے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ احناف کے نزدیک ہر ایسا قتل جس کے ارتکاب میں قاتل نے حصہ لیا ہو خواہ وہ قتل عمداً کیا گیا ہو یا غلطی سے سرزد ہو گیا ہو اس کو مقتول کی میراث سے محروم کرنے کا باعث ہو گا، البتہ ایسا قتل جو خود اس سے بذاتہ (مباشرہ) سرزد نہ ہوا ہو بلکہ جو فعل اس سے سرزد ہوا وہ قتل تک بالسبب پہنچانے والا ہو ایسی صورت میں وہ میراث سے محروم نہ ہو گا مثلاً قاتل نے کنواں بنایا اور مورث گر کر مر گیا، یا راستے میں چٹان کسی نے رکھی وہ کسی کے مرنے کا سبب بنی ان تمام صورتوں میں وہ شخص میراث سے محروم نہ ہو گا۔[40]

قاتل کی جائیداد پانے کی محرومی سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

اگر قاتل چھوٹا بچہ ہو۔ اگر قاتل حفاظت خود اختیاری میں کسی کو قتل کرے۔ حفاظت خود اختیاری کا مطلب یوں ہے، کہ جیسے قاتل نے مقتول پر حملہ کیا لیکن اس کا حملہ ناکام ہوا اور جوابا وہ حملے میں مارا گیا۔ قتل کرنے والا پاگل ہو۔ پاگل کو فاتر العقل بھی کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی

آدمی ضعیف العقل ہو، یا کم عقل ہو تو وہ مستثنیٰ نہیں، شریعت نے پکے دیوانے اور بے وقوف میں فرق کیا ہے۔

غلامی:

غلامی بھی وراثت سے محرومی کا ایک سبب ہے اکثر فقہاء فقہ کے ہاں ایک غلام کو مالک کا ترکہ نہ ملے گا۔ غلامی کی تین قسمیں ہیں۔[41]

گو غلامی کا دور گزر گیا ہے۔ اب شاید یہ مثال پیش نہ آئے لیکن اگر کہیں دنیا میں غلامی کا سلسلہ جاری ہو۔ تو غلام اپنے آقا سے وراثت نہیں پا سکے گا۔ جیسا کہ افریقی ممالک میں یہ نظام موجود ہے۔ اب بھی وہاں ایک بڑے آدمی کی زیادہ تعداد میں کنیزیں پائی جاتی ہیں جبکہ بیویوں کو چھوڑ کر یہ تعداد اس کے علاوہ ہے۔ جبکہ نظامِ غلامی بھی افریکہ کے بعض ممالک میں پایا جاتا ہے۔ وہاں کے باشندے یہ کہتے ہیں کہ ہماری کنیزیں غلاموں کے خاندان سے ہیں، جن کی نسلیں ہمیں وراثت میں ملی ہیں۔ اور ہمارے بڑوں نے ان کو آزاد نہیں کیا تھا۔

مرتد ہونا:

مرتد کی تعریف: جو آدمی کفر کا کلمہ ادا کرنے کے بعد اسلام سے کسی دوسرے دین کی طرف چلا جائے، انہیں فقہی اصطلاحات میں مرتد کہا جاتا ہے۔ لغت میں اس کا مطلب پھر جانے کے ہیں۔[42]

اسلام قبول کرنا انسان کی اپنی مرضی ہے۔ لیکن اسلام کو چھوڑنا انسان کی اپنی مرضی نہیں ہے۔ اسلام مسلمان پر پابندی لگاتا ہے۔ کہ اگر وہ اسلام سے دوبارہ پھر جاءے تو اسے موت کے گھاٹ اتارا جاتا ہے۔ اس سزا میں گستاخِ رسول کو شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی گستاخی کر کے مرتد ہو گیا۔ یعنی اپنے مذہب اسلام کو چھوڑ بیٹھا ہے۔ اس لیے وہ بھی مرتد اور واجب القتل ہے۔ تو مرتد بھی اور باتوں کے علاوہ اپنے زندہ مسلمان رشتوں سے وراثت نہ پا سکے گا۔ مرتد اپنے مسلمان ورثاء کی وراثت کا حقدار نہیں۔

امام ابو حنیفہ کی فقہ میں اگر مرتد مر جائے یا مارا جائے تو کچھ اس نے حالت اسلام میں کمایا تھا حالت اسلام میں بنائی ہوئی جائیداد مرتد کے مسلمان وارثوں کو ملے گی، اسکے علاوہ مرتد ہونے کے بعد کی کمائی بیت المال میں جمع ہو گی[43]۔ حنفی مذہب میں مرتد عورت مر جائے تو اس کا کل مال اسکے عورت کے رشتہ دار آپس میں بانٹ لیں گے اگرچہ اس عورت نے وہ مال مرتد ہونے سے پہلے حاصل کیا ہو یا مرتد ہونے کے بعد۔

خلاصہ: مندرجہ بالا آٹھ صورتیں اور ایک صورت فاسد نکاح کے دوران عورت کو طلاق دینے یا خود وفات پا جانے سے، زوِجین میں ہر ایک دوسرے کی جائیداد کا مالک نہ ہو گا۔ چونکہ شریعت نے ان کو وارث تصور نہیں کیا۔ لہذا اگر بالفرض ان کی اسی حالت میں کوئی اولاد بھی ہوتی ہے۔ تو اس صورت میں حرامی اولاد کے والدین چونکہ خود وراثت پانے سے محروم رہے تو لامحالہ اولاد کو بھی کچھ نہیں ملے گا۔ کیونکہ خود والدین کے نام کوئی جایداد شریعت نے منتقل نہ کی۔

مرتد کی وراثت کی تقسیم میں آئمہ اربعہ کی رائے:

امام مالک اور امام شافعی دونوں کی رائے یہ ہے کہ مرتد کا مال اس وقت کمایا تھا جب وہ مرتد نہ تھا یا اسلام سے چھوڑنے کے بعد کمایا تھا۔ دونوں زمانوں کا مال بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔[44]

احناف کے ہاں مرتد عورت کا مال (مرتد ہونے سے ملے یا بعد میں) اس کے ورثاء میں تقسیم ہو گا۔[45]

مرتدوالدین کا بچہ اور وراثت:

مرتد زوجین ایک ساتھ مرتد ہو جائیں تو ان کے بچے کو وراثت ملے گی۔ اگر وہ چھ ماہ کے اندر اندر پیدا ہو گیا۔ کیونکہ وہ بچہ اس وقت کے نطفے سے ہے جب اس کے والدین مسلمان تھے۔ جب بچہ چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا تو وہ مرتدین کی اولاد ہو گا۔ اور وراثت سے محروم ہو گا۔[46]
اگر مرتد دارالکفر چلا جائے تو اس کے مال کو موقوف رکھا جائے گا۔ اگر اسلام لے آیا، تو مال اس کا ہے۔ اگر مر گیا تو مال بیت المال کا ہے۔[47]

چاروں آئمہ کا اتفاق ہے کہ مرتد خود میراث سے محروم ہو گا۔ البتہ مرتد کی وراثت کی تقسیم میں احناف حالت اسلام اور حالت ارتداد حالت ارتداد میں کمائی ہو گی دولت میں فرق کرتے ہیں۔ کہ حالت اسلام کا کمایا ہوا، مال مسلمانوں ورثاء میں تقسیم ہو گا۔ اور حالت ارتداد کے زمانے کا کمایا ہوا مال بیت المال میں جمع ہو گا۔[48]

بوجہ ارتداد۔ وراثت کی تقسیم یو ہو گی۔

مرتد مرد اور مرتد عورت دونوں اپنے مسلمان ورثاء کی میراث حاصل کرنے سے محروم رہیں گے۔ مرتد ہونے کے بعد جو مال مرتد نے کمایا۔ وہ بھی ورثاء کو تقسیم نہیں ہو گا۔ مرتد کا مرتد ہونے کے بعد کمایا ہوا مال بیت المال میں جمع کرا دیا جائے گا۔ حالت ارتداد سے پہلے جمع کیا ہوا مال اسکے حقدار وارثوں میں بانٹ دیا جائے گا۔ مرتد عورت کا ترکہ خواہ وہ اس نے مرتد ہونے سے پہلے حاصل کیا ہو، یا مرتد ہونے کے بعد حاص کیا ہو وہ اسکے جائز حقداروں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔[49]

پاکستان کا موجود قانون اور مرتد کی وراثت کی تقسیم:

اس مک میں اسلامی قانون وراثت قانونی طور پر نافذ ہے۔ لیکن اس بات پر کوئی قانون نہیں۔ کہ اگر بالفرض ایک مسلمان مرتد ہو جائے اور اسلام چھوڑنے کے بعد کسی دوسرے دین پر قائم ہو جائے تو اس صورت میں مرتد کی وراثت کیسے تقسیم ہو گی۔

اس رکاوٹ کی وجہ 1850ء مذہبی آزادی کی شق نمبر 21 ہے۔ اس ایکٹ میں کہا گیا ہے کہ۔۔ کوئی شخص اپنے دین سے منسوب ہو کر کوئی دوسرا دین اختیار کرے تو ایسا کرنا اس کے حقوق کو متاثر نہیں کرتا، یہی وجہ ہے کہ بذریعہ عدالت کوئی بھی شخص اس قابل نہیں۔ کہ وہ شریعت کی تقسیم جو مرتد کے ترکہ کے متعلق ہے اس کو دعویٰ کر کے حاصل کر سکے۔ یہ بات انتہاہی ضروری ہے کہ اس قانونی ایکٹ جس کا نام مذہب کی آزادی کا ایکٹ 1850ء ہے۔ اس کو مجلس قانون ساز پاکستان سے منسوخ کرایا جائے۔ جب تک یہ قانون نافذ ہے۔ مرتد کی جائیداد بھی منتقل ہوتی رہے گی اور مرتد خود بھی دوسروں کی جائیداد کے وارث بنتے رہیں گے۔[50]

ناجائز اولاد یعنی حرامی اولاد:

فقہی اصطلاح میں ایسی اولاد کو ولد الزنا کہتے ہیں۔ اہل سنت (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) چاروں کے مطابق۔ ناجائز اولاد وراثت کی حقدار نہیں لیکن یہ صرف باپ کی وارث نہ ہو گی بلکہ اگر حرامی کو اپنی والدہ کی طرف سے کچھ حصہ مل رہا ہے۔ تو وہ اس کا حقدار ہے۔ لیکن وہ بھی صرف اس صورت میں جب اس کی ماں کی کوئی اور حلال اولاد زندہ نہ ہو۔ ورنہ ماں کا حصہ بھی حرامی کو نہ ملے گا۔ وہ حلالی لڑکے کو ملے گی اور حرامی خود اپنی ماں کی وراثت سے بھی محروم رہے گا۔ جہاں تک ناجائز اولاد کی شریعی حیثیت ہے اس کے بارے میں اسلام کے واضع احکامات فقہ

کی کتابوں میں مل جاتے ہیں آیا کون سی اولاد جائز اور حلالی ہے۔ اور کون سی اولاد ناجاءز اور حرامی ہے۔ اگر بالکل صاف صاف یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ فلاں اولاد درست ہے اور فلاں اولاد درست نہیں ہے وہ وراثت کی حقدار نہیں۔

چنانچہ مسئلہ یہ ہے کہ نکاح کی شرائط یا نکاح کے ارکان دونوں کوئی کمی کوتاہی ہو تو وہ نکاح حرام ہے۔ حرام نکاح کو احناف دو اور رفقہاء اور شیعہ صرف ایک قسم میں تقسیم کرتے ہیں۔ احناف کے ہاں حرام نکاح فاسد ہو گا۔ جمہور اور شیعہ کے ہاں نکاح صرف باطل ہوتا ہے، جو نکاح امام اعظم کے ہاں فاسد ہیں۔ وہ نکاح کے اثرات بھی جنسی تعلقات سے قبل مرتب ہوتے ہیں۔[51] جوں جنسی تعلقات فاسد نکاح میں قائم ہو گئے فاسد نکاح میں اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور وہ تین ہیں:

عورت مہر کی حقدار ہو جائے گی[52]۔ وہ عورت طلاق اور بیوہ کی صورت میں عدت میں بیٹھے گی[53]۔ جو اولاد فاسد نکاح سے پیدا ہو گی وہ صحیح اللنسب سمجھی جائے گی۔ لیکن فاسد نکاح میں مجامعت کے بعد۔ طلاق اور موت کی صورت مٰیں۔ نہ خاوند کی وراثت تقسیم ہو گی۔ جب زوجین خود ایک دوسرے کی وراثت پانے سے محروم رہیں گے۔ تو اولاد کو بھی ان کی وراثت سے محروم ہونا پڑے گا۔[54]

ہندوستان کے چیف کورٹ نے قرار دیا ہے کہ ایسے نکاح سے بھی وراثت کے حقوق پیدا ہوتے ہیں[55] لیکن یہ تجویز صحیح نہیں کہیں جا سکتی[56]،[57]۔ نکاح میں خامیوں کی وجہ سے قانون کی نگاہ میں شادی جائز اور قانونی ہونے کے بجائے فاسد تصور ہونے لگتی ہے۔ اگر شادی فاسد ہے تو اعادہ حقوق زن آشوہی کی ڈگری جاری کر کے بیوی کو یہ حکم دینا مناسب نہ ہو گا کہ وہ شوہر کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارے[58]۔ نکاح فاسد ناجائز اور حرام ہے۔ جب نکاح فاسد یا خلاف ضابطہ ہو تو ایسے نکاح کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ باطل اور کالعدم سمجھا جائے گا یہاں باطل اور فاسد میں فرق نہیں کیا گیا[59]۔ بغیر گواہوں کے نکاح فاسد ہے[60]۔ امام زفر بن الصذیل حنفی کے ہاں فاسد اور باطل نکاح دونوں ایک ہیں [61]،[62]،[63]

اگر کسی مرد نے کسی ایسی خاتون کو اپنے گھر میں بسالیا اور اس خاتون کے ساتھ تمام تعلقات استوار ہوئے، لیکن شرعی ضابطہ اور شرعی قاعدہ یعنی ارکان اور شراءط نکاح کے ساتھ نہ نکاح کیا گیا اور نہ ہی ایجاب و قبول ہوا جیسے عدالت میں حاضری ہوتی یا نکاح نامہ کے پرت کسی سے پر کرواکر، یا فرضی گواہوں کے نام کے اندراج کے ساتھ کاغذی کاروائی مکمل کرلی، تو وہ عورت اس مرد کے ترکہ سے نہ کسی مہر کی مستحق ہو گی اور نہ اس کو کچھ میراث ملے گی۔ اگر اولاد ہو گئی تو وہ بھی اولاد زنا سمجھی جائے گی اور باپ کے ترکہ سے قطعاً محروم رہے گی۔ چنانچہ اصغر حسین لکھتے ہیں: بعض دفعہ پہلے شوہر سے قطع تعلق کرلیا جاتا ہے لیکن شوہر طلاق دیے بغیر بوجہ نفرت اور بے رغبتی بوجہ مجبوری اس عورت کے درپے یا مزاحم نہیں ہوتا اور کبھی کبھار طلاق دینے والے یا مرنے والے شوہر کی عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کرلیا جاتا ہے جسے عدتِ موت کہتے ہیں۔

یہ نکاح بالکل ناقابل اعتبار اور باطل ہے۔ ان صورتوں میں مرد عورت گنہگار اور زناکار ہوں گے ان کی اولاد زنا کی اولاد ہو گی اور وہ میراث حاصل کرنے سے قاصر ہو گی اور یہ اولاد ہی باپ کے ترکہ سے محروم رہتی ہے فی الحقیقت وہ شوہر ہی نہیں ہوتا۔ چونکہ لوگ اس کو شوہر ہی سمجھتے ہیں اس لیے شوہر لکھ دیا ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں: عورت کی خود مختاری اور امام محمد کی رائے، ولی کی اجازت کے بغیر صحبت حرام ہے اور کفو یا غیر کفو کا فرق نہیں۔[64]

اگر خاتون اپنا نکاح خود کرلے تو امام محمد کے نزدیک ایسا نکاح حلال نہیں کیونکہ صاحبین کے نزدیک لڑکی کے لیے اپنی ولی سے اجازت حاصل کرنا واجب ہے، امام محمد کے ہاں اجازت سے پہلے شوہر کے لیے عورت سے صحبت کرنا جائز نہیں اور وہ فعل حرام ہو گا۔ اس عورت پر طلاق ظہار یا ایلاء کا حکم نہ لگے گا جبکہ ایسا مرد عورت ایک دوسرے کی وراثت نہ پائے گا۔ خواہ اس عورت نے اپنا نکاح کفو میں کیا ہو یا غیر کفو میں جبکہ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع رحمتہ اللہ کے ہاں بھی ایسا نکاح فاسد اور باطل ہے وہ فاسد اور باطل کے الفاظ میں فرق نہیں کرتے۔ [65]

بغیر گواہوں کے نکاح امام ابو حنیفہ کے ہاں فاسد اور صاحبین کے ہاں باطل ہے۔ [66، 67]

فاسد نکاح کا حکم جنسی تعلقات سے پہلے پہلے باطل ہے اور یہ مسئلہ حنفی فقہ کا ہے۔

امام اعظم کے ہاں صابی لوگ اہل کتاب میں شمار ہوتے ہیں۔ اور صابی مذہت کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح جائز ہے۔ صاحبین کہتے ہیں کہ صابی ستاروں کو پوجتے ہیں۔ ان کی مذہبی کوہے کتاب نہیں، نہ وہ اہل کتاب ہیں، لہذا صابی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح باطل ہے [68] ایک وقت میں دو بہنوں کے ساتھ نکاح بھی باطل ہے [69]۔ امام محمد بن الحسن شہبانی حنفی کے ہاں بغیر اجازت ولی کے نکاح موقوف ہے اور موقوف نکاح کا حکم فاسد کا حکم ہے جب تک ولی اجازت نہ دے [70]۔ نکاح موقوف کی عدت نہیں ہوتی۔ [71]

جس طرح ولی کی اجازت سے پہلے خود نکاح کرنے کی عدت نہیں اسی طرح نکاح موقوف میں تفریق کے بعد بھی عدت نہیں ہوتی۔ یہ بات ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کی تحقیق سے لکھی گئی ہے، ورنہ اوپر گزر چکا ہے کہ فاسد نکاح میں بھی عورت عدت گزارے گی۔

اختلاف دارین:

اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہری اور غیر اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہری کے درمیان سوائے حالت جنگ کے ہر دو مملکت کا اختلاف مانع وراثت نہیں۔ بشرطیکہ غیر اسلامی مملکت کا قانون اس کے مانع نہ ہو، یعنی ایک کافر دارالکفر میں رہتا ہو اور دوسرا دارالاسلام میں رہتا ہو تو ایسی ان دونوں میں جاری نہ ہو گی۔ یا وارث اور مورث دونوں ایک ساتھ مر جائیں تو یہ فیصلہ نہ ہو سکے کون پہلے مرا ہے تو یہ بھی وراثت تقسیم نہ ہو گی۔ لیکن اس صورت میں وراثت زندہ لوگوں میں تقسیم ہو گی۔ [72]

ہر مسلمان خواہ وہ کسی بھی ملک کا رہائشی ہو۔ دار اسلام میں آجائے، ملازمت کرلے، اسے قیام کرنے کا بھی اختیار ہے۔ اگر وہ کسی جرم کا مرتکب ہو تو دار اسلام کے بادشاہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شریعی سزا دے۔ [73]

یہ کہ یہ ملک تاتاریوں کے ملک سے ملا ہوا ہو، (اس وقت تاتاری مسلمان نہیں ہوئے تھے) یہ کہ اس میں کوئی مسلمان سابق امان کے ساتھ نہ ہو اور اسی طرح۔ کوئی ذمی سابق امان کے ساتھ نہ ہو۔ یہ کہ یہ لوگ شرک کے احکام ظاہر کریں۔

صاحبین کے ہاں احکام کفر کے اظہار کرتے ہی یہ ملک دارالحرب ہو جاتا ہے [74]۔ امام علاء الدین کاسانی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں اختلاف نہیں۔ کہ دارالکفر میں اسلامی احکام کا حکم دار اسلام کی طرح ہو تا ہے [75]۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ جو ملک دار اسلام تھا۔ وہ مشکوک دی سے دارالکفر قرار نہ پاہے گا۔ بخلاف دارالکفر کے کہ وہ اسلام کے احکام اجراء سے دار الاسلام قرار پاہے گا [76]۔ ملک کا اختلاف بھی

مانع ارث ہے، یعنی ایک ذمی کا فر دار لکفر میں ہوا اور دوسرا دار اسلام میں تو باہمی میراث جاری نہ ہو گی۔ میراث کے باب میں دارالاسلام اور دارالکفر کے یہ معنیٰ ہیں کہ ہر دو ملک کے سربراہ اپنی فوج، خواتین اور املاک میں ایک دوسرے سے اس درجہ استدلال رکھتے ہوں کہ دونوں مد مقابل کھڑے ہو جاہیں تو ایسی حالت میں ان کی لڑائی کا خطرہ رہتا ہے۔[77]

اشباہ وارث و مورث:

وراثت کی تقسیم میں اگر یہ پتہ نہ چل سکے کہ جس میت کی وراثت تقسیم کی جاری ہے اس کا رشتہ وراثت پانے والے کے ساتھ وہ بنتا ہے۔ کہ وہ اس کا شرعی وارث ہے۔ اگر شک پیدا ہو جائے۔ کو پھر وارث وراثت پانے سے محروم ہو سکتا ہے۔ مثالیں یہ ہیں ایک ساتھ پانی میں غرق ہو جانا۔ ایک ساتھ جل جانا، ہوائی جہاز کے حادثے میں ایک ساتھ، گر جانا، ریل گاڑی یا بس کے حادثے میں ایک ساتھ مر جانا۔ تو یہ جائیداد ایک ساتھ مرنے والوں میں تقسیم نہ ہو گی۔ بلکہ زندہ ورثاء میں تقسیم ہو گی۔[78]

وضاحت:

یعنی حضرت ابو بکر صدیق خلیفہِ اول اور حضرت عمر فاروق خلیفہِ دوئم ان کے ساتھ ایک تیسرے صحابی جن کا نام زید بن ثابت ہے ان تینوں کی رائے یہ ہے کہ جب مرنے والے کا وقت معلوم نہ ہو تو ان کی جائیداد کو ان کے زندہ وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت زید نے یہ فیصلہ تین وقتوں میں کیا تھا۔ یمامہ کے مقتولین کی بابت۔ طاعون عمر کی بابت۔ مقتولین الحرہ کی بابت۔ نیز حضرت علی خلیفہِ سوئم سے یہی فتویٰ جاری ہوا۔ کہ انہوں نے اپنے وقت میں جنگ جمل اور جنگ صفین میں یہ فیصلہ کیا تھا۔ ان میں حضرت عمر بن عبد العزیز کا اتفاق بھی شامل تھا۔

اصل میں استحقاق میراث تب ہو تا ہے جب مورث کی موت کے وقت وارث زندہ ہو اگر موت کا وقت معلوم ہو جائے کہ کون پہلے مرا کون بعد میں مرا تو پھر پہلے مرنے والے کی وراثت بعد میں مرنے والا حاصل کر سکتا ہے۔[79]

حوالہ جات

[1] ردالمختار محمد امین ابن عابدین 1256ھ مطبوعہ معہ 1327ھ ،ص 543

[2] المبسوط، امام سرخسی، محولہ بالا، ج 30، ص 30

[3] أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير السجستاني ، سنن أبي داود، المكتبة العصرية، صيدا ، بيروت، ح 2911، ج 3، ص 125

[4] الانفال 8: 73

[5] الانفال 8: 72

[6] الشریفیہ، شرح سراجیہ، سید شریف جرجانی، محولہ بالا، ص 14۔ المبسوط، امام سرخسی، محولہ بالا، ج 30، ص 31

[7] المبسوط، امام سرخسی، محولہ بالا، ج 30، ص 31۔ الشریفیہ، شرح سراجیہ، سید شریف جرجانی، محولہ بالا، ص 14

[8] ردالمختار محمد امین ابن عابدین ،1256ھ ،ج5، ص543

[9] المبسوط سرخسی، ج2، ص3

[10] البدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، امام کاسانی، ج7، ص233۔ بین و لحقابق شرح کنز الاقابق امام ذیطعی مطبوعه معه 1315ھ، ج6، ص97

[11] البدائع والصنائع، امام کاسانی، ج7، ص234

[12] درالمبتوء بر حاشیہ مجمع الانہر، علاءالدین حصکفی (1088ھ) مطبوعہ مصر، 1328، ج2، ص749

[13] غلامی، خواہ کامل ہو یا ناقص مانع ارث ہے اگر وارث میں کسی طرح کی مملوکیت ہو تو وہ مورث کی میراث نہیں پا سکتا، خواہ وارث ایسا شخص ہو جس کی آزادی کا سبب منعقد ہو گیا ہو مگر ابھی آزاد نہیں ہوا۔ مثلاً مکاتب مدبر، ام ولد۔ غلامی کی تین اصطلاحات کی وضاحت:

مکاتب: وہ غلام ہے جس سے یہ معاہدہ ہو چکا ہو کہ اس قدر روپیہ ادا کر دینے کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا۔

مدبر: اس غلام کو کہتے ہیں جس سے مالک نے یہ کہا کہ تو میری وفات کے ساتھ آزاد ہو جائے گا۔

ام ولد: وہ کنیز ہے جس کے بطن سے مالک کی اولاد پیدا ہو چکی ہے۔ مالک کی وفات کے ساتھ ہی یہ کنیز آزاد ہو جائے گی خواہ مالک آزاد کرے یا نہ کرے۔

[14] عربی زبان میں "قص" کے معنی کاٹنے کے ہیں اس سے لفظ قصاص ماخوذ ہے۔ جس سے مراد ضرر رسیدہ شخص کے زخم یا قتل کے بدلے مجرم کو زخمی یا قتل کرنا ہے۔ (لسان العرب، مطبع امیریہ، طبع اول، ج8، ص341)

[15] البدائع الصناءع، امام کاسانی، حوالہ بالا، ج7، ص233

[16] البدائع الصنائع امام کاسانی، محولہ بالا، ج7، ص234

[17] المختصر الطحاوی، امام طحاوی، مطبوعہ دکن، 1370ھ، ص232

[18] النظریہ العامتہ والعقود فی الشریعہ الاسلامیہ، صبحی محمصانی، مطبویہ بیروت، ص40

[19] احکام القرآن، امام جصاص (م370ھ) مطبوعہ مصر، ج1، ص134۔135

[20] **"دیت" وہ مالی تاوان ہے جو قاتل کے اہل خاندان (عصبات) مقتول کے ورثاء کو بمعاوضہ ہلاکت ادا کر کے بری الذمہ ہوں۔** (مجمع البحرین، مطبوعہ مصر، ج2، ص637۔ البدائع الصنائع، امام کاسانی، محولہ بالا، ج7، ص251

[21] المحلی، ابن حزم، محولہ بالا، ج7، ص417

[22] خزانتہ الفقہ، ابو اللیث سمر قندی محولہ بالا، ج1، ص354۔ 355/مجمع الانہر، داماد آفندی، محولہ بالا، ج2، ص617 /تکملہ بحر الراھق، ج8، ص287

[23] خزانتہ الفقہ، ابواللیث سمر قندی، محولہ بالا، ج1، ص354۔355

[24] شرائع الاسلام، نجم الدین ابی جعفر الحلی، محولہ بالا، کتاب القصاص، ج2، ص264۔ 265

[25] ردالمحتار، ابن عابدین، محولہ بالا، ج5، ص541

[26] مجمع الانہرہ، دامادآفندی، محولہ بالا، ج2، ص618

[27] بحر الرابق، ابن نجیم، (م، 970ھ) مطبوعہ مصر 1328ھ، ج7، ص137

[28] احکام الترکات و المواریث، ابو زہرہ، محولہ بالا، ص126

[29] احکام المواہث فی الشریعہ الاسلامیہ، عمر عبداللہ، مطبوعہ مصر، 1960ء، ص94

[30] المبسوط، امام سرخسی، محولہ بالا، ج30، ص46۔ 47

[31] المغنی، ابن قدامہ مقلسی، محولہ بالا، ج7، ص163

احکام الترکات و المواریث (فقہ عام) ابو زہرہ، محولہ بالا، ص124

[32] ترمذی، محولہ بالا، ص307/"عن ابی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال القاتل لا ہرث"

[33] المغنی، ابن قدامہ مقلسی، محولہ بالا، ج7،ص161

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، من قتل قتیلا فانہ لا بریہ وان لم یکن وارث غیرہ وان کان والدہ فلیس للقاتل شیء"۔

[34] ترمذی، محولہ بالا، باب الفرائض، ص307"والعمل علی ھذا عند اہل العلم ان القاتل لا یرث، سواء کان القتل خطاء او عمدا وقال بعضہم اذا کان القتل خطاء یرث و ھو قول مالک"

[35] "معلول" یا "معلل" وہ حدیث ہے جس کے متعلق قرائن کے ذریعہ کسی ایسی علت کا وجود ہو جو حدیث کو ضعیف کر دیتی ہو۔ مثلاً راوی نے رسل یا منقطع حدیث کو موصول روایت کر دیا ہو یا ایک حدیث کے متن کا کچھ حصہ دوسری کے متن سے ملا کر روایت کر دیا ہو۔ (تخبتہ الفکر، مطبوعہ کراچی، ص64)

[36] نیل الاوطار، علامہ شوکانی (م1250ھ) مطبوعہ مصر، 1961ء، ج7،ص80

[37] النساء4: 29

"وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطاء و من یقتل مؤمنا متعمدا فجزائہ جہنم خالدا فیہا و غضب اللہ علیہ و لعنہ واعدلہ عذابا عظیما۔"

[38] زرقانی شرح موطا، محمد بن عبدالباقی بن یوسف، محولہ بالا، ج5،ص167

[39] المجلہ الاحکام العدلیہ، مطبوعہ کراچی، دفعہ99

"من استعجل بالشی قبل اوانہ عوقب بحرمانہ ۔ شرح المجلہ الاحکام العدلیہ، الاتاسی، مطبوعہ حمص، 1930ء،ص268

[40] المبسوط، امام سرخسی، محولہ بالا، ج30،ص47، 50

[41] کاتب: وہ غلام جس سے یہ معاہدہ ہو چکا ہو کہ اس قدر رقم ادا کرے تو وہ آزاد ہے۔

مدبر: وہ غلام کہ جس کو مالک نے یہ کہا ہو کہ تو میری وفات کے ساتھ آزاد ہو جائے گا۔

ام ولد: وہ کنیز ہے جس کے بطن سے مالک کی اولاد پیدا ہوتی ہو۔ مالک کی وفات پہ یہ کنیز آزاد ہو جائے گی۔

[42] مجمع الانہر داماد آفندی ج1،ص682

[43] المیراث صحی الخمصانی مصری ،ص190

[44] المبسوط امام سرخسی ج3،ص37، 38/ الشریفیہ شرع سراجیہ شریف جرجانی ،ص140

[45] المیراث صحی محمصانی ،ص190

[46] المبسوط امام سرخسی ج3،ص37/ الشریفیہ ،ص141

[47] المغنی ابن قدامہ ج7،ص77۔78

[48] المبسوط سرخسی ج3،ص37۔38

[49] مجموعہ قوانین اسلام، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، ج5، ص1933

[50] مجموعہ قوانین اسلام ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ج5، ص1937

[51] کل نکاح فسخ قبل الدخول فلاشیء فیہ ،الفقہ الاسلامیہ ،ج7،ص113

[52] (شرع محمدی دفعہ286-289)

[53] شرع محمدی (دفعہ(2)257)

[54] بلی صفحہ 694 تا710

[55] ولا تحرتب علی الزواج الفاسیہ احکام أخرٰی ولا تجب بہ نفقتہ ولا طاعہ ولا یثب

[56] حق التوارث بین الرجل والمراہق ، الفقہ الاسلامیہ ، ج7، ص111

[57] بلی156 تا158 ملاحظہ ہوں شرع محمدی دفعات254، 259، 263اور264

[58] PLD – 1959 LHR 1014

[59] 1983 SC - 942

[60] PLD – 1973 – B. J - 48

[61] ولایت نکاح کا تعارف، ص193

[62] ولا یثبت حق التوارث فی حالتہ الفساد المنتق علیہ لانہ زواج غیر مرعقدا صلث 115

[63] لا فرق عندالجمھور بین الفاسد والباطل ۔ جمہور کے ہاں فاسد اور باطل میں کچھ فرق نہیں۔ الفقہ لاسلامیہ و ادلتہ ، وھبۃ الزحیلی ، ج7، ص96

[64] قوانین اسلام، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، ج1، ص78-79

[65] تفسیر المعارف القرآن ، ص378

[66] الفقہ الاسلامیہ و ادلتہ ، وھبۃ الزحیلی ، ج7، ص109

[67] الزواج الفاسد قبل الدخول فی حکم الباطل عند الاحناف۔ فقہ اسلامیہ وادلتہ ، وھبۃالزحیلی، ج7، ص95-1756

[68] نور الھدایہ ، کتاب النکاح، ص7

[69] عظیم النساء خاتون بنام کریم النساء خاتون کلکتہ ہائی کورٹ، شرع محمدی، ص23، 130

[70] مجاہد الاسلامی قاسمی، ولدیت نکاح کا تعارف، ص109

[71] ولاعدتہ فی زواج الموقوف بعد التفریق کا الموقوف قبل الاجارتہ، الفقہ الاسلامیہ و ادلتہ و ھبۃالزحیلی ، ص108

[72] المغنی لابن قدامہ ، ج7، ص186۔۔ المسوط سرخسی ، ج3، ص37

[73] ماہنامہ برہان سعید احمد اکبر آبادی اکتوبر1966، ص101

[74] المبسوط سرخسی ، باب المرتدین، ج1، ص114

[75] البدایع الصنایع علامہ علاء الدین الکاسانی ، ج7، ص130-131

[76] فتاوٰی عالمگیری (کتاب الکثیر)

[77] سید شریف جرجانی ، الشریفیہ شرح سراجیہ، ص16

[78] المغنی ابن قدامہ ، ج7، ص186 / المبسوط سرخسی ، ج3، ص37 / المھذب ، اسحاق شیرازی، ج2، ص26

[79] الشریفیہ شرح سراجیہ ۔ سبد شریف جرجانی ، ص142